لازوال

اداریہ

کرتب بازی کا جنون کہاں لے جائے گا؟

آئے دنوں بہت سارے نوجوان حادثات کا شکار ہو رہے ہیں۔ جس کی سب سے بڑی وجہ سٹنٹ بازی ہے۔ کیونکہ سوشل میڈیا اسٹار اور یوٹیوبر بننے کا شوق رکھنے والے نوجوان زیادہ ویوز اور سبسکرائبر بنانے کے چکر میں اعلیٰ اقسام کی موٹر سائیکل خرید کر اس قدر سٹنٹ لگاتے ہیں جو جہاں ایک طرف ٹریفک قوانین کی دھجیاں اُڑاتے ہیں وہیں یہ سٹنٹ ان نوجوانوں کی موت کی وجہ بنتے ہیں۔ کرتب بازی کے چکر میں جہاں ان نوجوانوں کو اپنا نقصان ہوتا ہے وہیں یہ راہ چلتے مسافرین، دیگر گاڑیوں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان سٹنٹ بازوں کو سوشل میڈیا پر دیکھ کر دیگر نوعمر بچوں کا رجحان بھی اس طرف بڑھنے لگتا ہے وہیں وہ اپنے والدین کو بھی اس چیز کیلئے پریشان کرتے ہیں کہ ہمیں موٹر سائل خرید کر دی جائے تا کہ ہم بھی موٹر سائکل چلائے۔ جس کے نتائج پھر کیسے آتے ہیں وضاحت کی مزید ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ نجی گاڑیاں بھی کئی نوجوان اس قدر تیز رفتاری سے چلاتے ہیں جو کئی جانوں کا ذمہ دار بنتے ہیں۔ تیز رفتاری کس طرح حادثات کا باعث بن سکتی ہے اس کی وجہ یہ کہ تیز رفتاری سے گاڑی چلاتے وقت، غیر متوقع حالات پر ردعمل ظاہر کرنے کیلئے دستیاب وقت نمایاں طور پر کم ہو جاتا ہے۔ یہ ڈرائیوروں کیلئے اچانک آنے والی رکاوٹوں، ٹریفک میں تبدیلی، یا سڑک کے خطرات کا فوری جواب دینا مشکل بنا سکتا ہے، جس سے حادثات کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ گاڑی کو روکنے کیلئے درکار فاصلہ تیز رفتاری کے ساتھ بڑھ جاتا ہے۔ ضرورت سے زیادہ رفتار سے گاڑی چلانے پر، ٹکراؤ سے بچنے کے لیے گاڑی کو بروقت روکنا مشکل ہو جاتا ہے، خاص طور پر ہنگامی حالات میں تیز رفتار گاڑی کا کنٹرول برقرار رکھنا مشکل بنا دیتا ہے، جس سے کنٹرول کھونے اور رکاوٹوں یا دیگر گاڑیوں سے ٹکرانے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ جب تیز رفتاری سے تصادم ہوتا ہے تو ہلاکتوں اور سنگین چوٹوں کے امکانات نمایاں طور پر زیادہ ہوتے ہیں۔ وہیں ان خطرات کو کم کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہمیشہ رفتار کی حدوں کی پابندی کریں، سڑک کے حالات کے مطابق رفتار کو ایڈجسٹ کریں، اور محفوظ اور قابل کنٹرول رینج کے اندر ڈرائیو کریں۔ علاوہ ازیں کرتب بازی کے چکر میں مگن ان سٹنٹ بازوں پر بھی شکنجہ کسنے کی ضرورت ہے جو جہاں اپنی جانوں کے ساتھ کھیلتے ہیں وہیں دیگر مسافرین کیلئے خطرہ جان ہیں۔ اسلئے سڑکوں پر حفاظت کو یقینی بنانا نہ صرف انفرادی ڈرائیوروں کی ذمہ داری ہے بلکہ اس کیلئے ٹریفک قوانین کے مناسب نفاذ اور تیز رفتاری کی حوصلہ شکنی کیلئے عوامی آگاہی مہم کی بھی اشد ضرورت ہے۔

علمائے حق اور علمائے سوء اور سیاست کی اہمیت

ارشد بستوی

قارئین کرام! آج جو کچھ ہمارے ملک میں ہو رہا ہے اس سے ہم اور آپ بخوبی واقف ہیں۔ ایسے ماحول میں بھی ہماری آپسی رنجشیں، عداوتیں اور انتقام کا جذبہ عروج پر ہے۔ مگر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر ہمارا یہی حال رہا تو کیا حال ہوگا؟ اور مستقبل میں ہمیں کس طرح کی پریشانیوں اور چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے؟

ہم نے اپنے گذشتہ مضمون میں لکھا تھا کہ علمائے کرام کو سیاست میں کھل کر حصہ لینا چاہیے۔ بہتیرے حضرات نے اتفاق کیا اور بہتوں نے اختلاف بھی لیکن اب ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آخر علمائے کرام کی ذمہ داریاں اور مقام ومرتبہ کیا ہوتا ہے؟ ابھی ماضی قریب میں جنگ آزادی میں علمائے کرام نے کیا کردار ادا کیا ہے؟ انگریزوں نے اپنے مقاصد میں سب سے بڑی رکاوٹ کن حضرات کو سمجھا؟ اور آخر اس کی وجہ کیا تھی؟ آخر ہم نے کیوں سمجھ رکھا ہے کہ ایک عالم کا کام صرف اور صرف درس وتدریس اور خانقاہ سنبھالنا ہی ہوتا ہے؟ آخر یہ تنگ نظری آئی کیوں؟ آخر ہمارے ہاں علماء کی کیوں قدر نہیں رہی؟

ایک بات یاد رکھیے، ہر دور میں علما دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک علمائے حق دوسرے علمائے سوء۔ یہاں تک کہ جس وقت دنیا میں سب سے بدترین لوگ علماء ہوں گے اس وقت بھی سب سے افضل اور اعلیٰ کردار والے علماء ہی ہوں گے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ دربار اکبری میں جہاں ایک طرف اپنے دین وشریعت کو ثمن قلیل کے بدلے بیچ کر "دین الٰہی" کے نام سے ایک نیا دین تشکیل کرنے والے علمائے سوء موجود تھے وہیں دوسری طرف اسلام کی حفاظت کی خاطر اسی دین اکبری کے خلاف ڈٹ کر تحریک چلانے والے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی جیسے عالم ربانی بھی موجود تھے۔ دیکھیے کتنا تضاد ہے اور غور کیجیے کہ کیا آج بھی کچھ ایسا ہی ماحول نہیں ہے؟ یہی حال ہر دور اور ہر زمانے کا ہے۔

اس لیے ہمیں تو حق وباطل کے درمیان امتیاز کا سلیقہ سیکھنا ہوگا۔ اگر ہم کسی ایک کو غلطی کرتا ہوا دیکھ لیں تو دوسرے سے بدظن ہو جاتے ہیں اور پوری جماعت کو ہی قصوروار ٹھہرانے لگتے ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اور یہ کس حد تک درست ہے؟ خود اپنے ماحول کو دیکھیے، آج بھی جہاں دین کے نام پر بے دینی پھیلانے اور امت مسلمہ کا بیڑا غرق کرنے والے علمائے سوء مل جائیں گے، وہیں امت اور ساری دنیا کے درد میں گھلنے اور تڑپنے والے مصلحین اور صاف دل علمائے حق بھی مل جائیں گے۔ اس لیے ہمیں اپنے الفاظ کے تئیں ہمیشہ محتاط رہنا ہوگا۔ کیوں کہ اپنے قلم اور زبان سے نکلنے والے الفاظ کے بارے میں بھی ہم حساب دہ ہوں گے۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ انگریز سیاست دانوں نے اس ملک پر حکومت کرنے کے لیے ضروری سمجھا تھا کہ علماء اور قرآن کو ختم کر دیا جائے۔ کیوں کہ علما ہی ان کی راہ اور مقصد میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ علما ہی ہیں جو لوگوں کو بیدار کر رہے ہیں، لوگوں کی ذہن سازی کر رہے ہیں ان کے خلاف اور اسی وجہ سے تحریک آزادی زوروں پر ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے علما کا بڑی تعداد میں قتل کیا اور قرآن کے کئی نسخے جلائے۔ مگر ہم ہیں کہ آج ہم نے علما کو برا بھلا کہنے اور کوسنے کو اپنا فرض سمجھ لیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ علما کا کام صرف مسجد کا مصلی اور خانقاہ سنبھالنا ہے۔ ہمیں علماء کی تاریخ اور زمانے میں علمائے کرام کا کردار کیا رہا ہے؟ ضرور پڑھنا چاہیے۔ اور اسی لیے علما کی ذمہ داری بنتی ہے اپنے ماحول اور ملک کے حالات کو سمجھنے کی- اور ہماری مراد مطلقاً علما سے ہمیشہ علمائے حق ہوتے ہیں- اسی طرح علما کی یہ بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وقت کے تقاضوں اور ضروریات کو سمجھیں اور ان پر عمل بھی کریں اور بلاخوف لومت لائم اپنے فرائض انجام دیں۔

ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ہمارے طلبہ کو وکیل، جج اور آئی اے ایس آفیسر وغیرہ بھی بننا چاہیے۔ بھلا بتائیے کہ اگر کوئی اسلامی ریاست ہو تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو قاضی القضاۃ نہیں بننا چاہیے؟ تو پھر جج بننے میں کون سی بات مانع ہے؟ ایک قاضی القضاۃ اور کہیں کے چیف جسٹس میں کیا فرق ہے؟؟؟ اسی طرح اگر کسی اسلامی ریاست کے نظم ونسق کی آپ کو ذمہ داری سونپی جائے یا گورنر اور حاکم بنایا جائے تو کیا آپ اس کی مخالفت کریں گے اور یہ کہہ سکیں گے کہ یہ کام علما اور طلبہ کا نہیں ہے؟؟ تو بھلا ایک آئی اے ایس آفیسر اور کسی اسلامی ریاست کے منتظم میں کیا فرق ہوتا ہے؟؟ یا اگر کوئی کہیں کا ایم ایل اے یا ایم پی بن جائے تو یہ اس عالم کے لیے کیوں برا ہے؟؟

یہیں پر یہ صاف کر دیا جاتا ہے کہ ہمارا مقصد حکومت کرنا نہیں ہے، لیکن قیام امن وانصاف کے لیے، جس اقدام کی بھی ضرورت پڑے، اسے انجام دینا ہماری ذمہ داری ہوتی ہے۔ اب اگر مسئلہ تحریر وتقریر اور سیاسی لیڈران سے گفتگو کر کے حل ہو جائے تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ان سے ملیں اور بات چیت کریں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر وہ خود کرپٹ ہوں تو پھر آپ کہاں جائیں گے؟

مسیحا خود ہوں جب بیمار، پھر لیویں دوا کس سے؟
خضر ہی راہ بھٹکے ہوں تو پوچھیں راستہ کس سے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔ (جب امور نا اہل لوگوں کے سپرد کر دیے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو) او کما قال۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب اہل افراد کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں تو معاملات نا اہلوں کے ہی سپرد ہوتے ہیں۔ نتیجہ تباہی وبربادی ہے۔

اب بتایا جائے کہ ہمارے ملک میں کون ہے، جس پر ہم آنکھ بند کر کے بھروسا کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھارت کا نجات دہندہ ہے چاہے وہ کسی بھی پارٹی یا مذہب سے تعلق رکھتا ہو؟؟ کیا آپ کسی سیاسی لیڈر کا نام لے سکتے ہیں؟ کیا ہم نے بھٹکنے اور در در کی ٹھوکریں کھانے کی قسم کھا لی ہے؟ ہمیں تو کھل کر میدان میں اترنا چاہیے اور مکمل اسٹریٹجی کے ساتھ اس ملک کو تباہی سے بچانے کی کوشش کرنا چاہیے۔

کیا آپ کو لگتا ہے کہ اگر آپ خاموش رہے یا آپ نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی تو یہ ملک محفوظ رہے گا؟ اگر ہاں تو آپ غلط ہیں۔ کیا آپ کو لگتا ہے کہ اگر آپ نے اگر سیاسی بات چیت نہیں کی تو یہ ملک پرامن ہو جائے گا؟ اگر ہاں تو آپ غلط ہیں۔ شتر مرغ اگر ریت میں اپنا سر چھپا لے تو وہ محفوظ نہیں ہوگا، بس اس کی آنکھیں بند ہو جائیں گی یا خطرات اسے نظر نہیں آئیں گے لیکن خطرات ٹلیں گے نہیں۔ خطرات نظر نہ آنے اور خطرات کے ٹل جانے میں انیس بیس نہیں بلکہ زمین آسمان کا فرق ہے۔

جسے دیکھیے وہ اس ملک کو لوٹنا چاہتا ہے، بس اپنی جیب بھرنا چاہتا ہے؟ اب بھی اگر ہم نہیں سدھرے اور متحدہ طور پر کوئی اسٹریٹجی نہ بنائی اور جسم واحد بن کر نہ رہے تو حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جائیں گے۔

یہیں پر یہ بھی واضح کیا جاتا ہے کہ اتحاد سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہم سارے غیر مسلم برادران وطن سے اختلاف کریں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس ملک کی اکثریت ظلم وستم کا شکار ہے؛ پہلے خود ہم متحد ہوں، پھر انہیں بھی اپنے ساتھ متحد کریں۔ مطلب اختلاف صرف ظالموں اور ستم پروروں سے ہوگا اور اس ظلم وستم سے سب کو آگاہ اور باخبر کرنا ہوگا چاہے وہ مسلمان ہوں یا دیگر برادران وطن۔ اسی طرح کسی عربی زبان کے نام والے کا بھی ظلم قبول نہیں اور فارسی، سنسکرت، ہندی، چینی، جاپانی نام والے کا بھی ظلم وستم قبول نہیں۔ اور یہ کام درست طریقے سے علمائے کرام ہی انجام دے سکتے ہیں۔ جس طرح جنگ آزادی کے موقع پر گھر گھر جا کر لوگوں کی ذہن سازی کی جاتی تھی ایسے ہی دوبارہ گھر گھر جا کر غیر مسلم برادران وطن کی غلط فہمیاں دور کرنی ہوں گی اور زمینی کام کرنے ہوں گے۔ جلسے جلوس سے کچھ نہیں ہونے والا۔ جس طرح ایک سیاسی لیڈر ووٹ حاصل کرنے کے لیے گھر گھر جاتا ہے، اسی طرح آپ کو بھی گھر گھر جانا ہوگا۔ اسی طرح جو علما پہلے سے سیاست میں ہیں انہیں مثال بن کر دکھانا ہوگا کہ آپ کتنے انصاف پسند اور ایمان دار ہیں۔ اور اس میدان میں صرف ایمان دار علمائے حق ہی کام آ سکتے ہیں۔

علمائے سوء سے صرف تباہی پھیلتی ہے۔ اس لیے ہمیں علمائے حق اور علمائے سوء کے فرق کو اچھی طرح سمجھنا ہوگا۔ اور بہت سی باتیں ہیں، لیکن گفتگو طویل ہو گئی ہے۔ ان شاء اللہ پھر کبھی اور۔ بس طلباء اور علمائے حق سے گزارش ہے کہ اس ملک کی جمہوریت کو بچانے کی جد وجہد شروع کریں۔ سیاسی علم حاصل کریں۔

سیاست کو سمجھیں۔ برادران وطن سے تعلقات پیدا کریں اور دوریاں ختم کریں۔ گھر گھر جانے والی مہم شروع کریں چاہے وہ الیکشن کے بہانے سے ہو یا کسی اور بہانے سے۔ اور ضرورت کے تحت کسی الائنس سے جڑ کر کام کرنا پڑے تو کریں۔

بس شعور وآگہی کے ساتھ کام کریں۔ کسی مسلم پارٹی سے ہی جڑنا ضروری نہیں ہے۔ ضروری ہے وقت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق چلنا۔

ہندوستان میں نفرت انگیز تقاریر اور جرائم کے بڑھتے ہوئے واردات

محمد فدا المصطفی گیاوی

ہمارا اور آپ سب کا ہر دل عزیز اور پیارا ملک ملک ہندوستان کثیر ثقافتی، کثیر لسانی اور کثیر مذہبی والا ملک ہے جس کی عظمت کے ترانے نہ صرف ہندوستانی بلکہ اس دنیا میں موجود ہر فرد گنگناتا ہوا نظر آتا ہے۔ یقیناً یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ ہمارا ملک عالمی سطح پر ایک ترقی یافتہ ملک ہے، جس میں تمام تر اقلیات کے حقوق کا مکمل خیال رکھا جاتا ہے۔ فقیر، مسکینوں اور غریبوں کی مالی امداد کی جاتی ہے اور ہر کسی کو اپنے مذہب کے اصول وضوابط اور شرائط کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیا جاتا ہے ساتھ ہی ساتھ پر امن فضا میں سانس اور خوشگوار ماحول میں اپنی زندگی سنوارنے اور مزین کرنے کا بہترین موقع دیا جاتا ہے لیکن حالیہ برسوں مین ملک میں نفرت انگیز تقاریر اور جرائم کے بڑھتے ہوئے واقعات نے نہ صرف اس ملک کی جمہوری اقدار کو مشکل میں ڈالا ہے بلکہ معاشرتی ہم آہنگی کو بھی بہت ہی زیادہ متاثر کیا ہے۔

اگر ہم آج کے اس پر آشوب و پرفتن ماحول اور کینہ پرور دور میں اس ہندوستان کا تحقیقی اور تجزیاتی جائزہ لیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں وبیاں ہو جاتی ہے کہ ہمارے ملک کی عظمت کو نمک حرام لوگ گھٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور مذہب و ملت کے نام پر ہندوستانیوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ ان کا اصل مقصد حاصل ہو جائے اور بھارت کو ایک اکھنڈ ہندو راشٹر بنا دیا جائے اسی وجہ سے وہ بزدل لوگ مسلمانوں کو پریشان کرتے ہیں، ان کے ذاتی اور مذہبی معاملات میں مداخلت کرتے ہیں، مسلمانوں کی تعمیر شدہ ہزاروں سالہ قدیم مساجد ومعابد کو منہدم ومسمار کر دیتے ہیں اور اقلیت کے حقوق کا جنازہ نکال کر رکھ دیتے ہیں۔ ویسے تو اس ملک میں ہو رہے مسلمانوں کے خلاف ظلم وتشدد کے معاملات نے ہمارے دلوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے اور ہمہ وقت یہ خوف طاری رہتا ہے کہ نا معلوم کب ہماری باری آجائے۔

ہندوستان میں ہو رہے نفرت انگیز تقاریر وبیانات اور جرائم کے بڑھتے ہوئے واقعات وواردات کو ایک رپورٹ اور ایک گراف کی روشنی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کس طرح 2014 سے لے کر 2024 تک نفرت انگیز بیانات اور تقاریر مسلمانوں کے خلاف دیے گئے؟ اور کس طرح اس ملک میں جرائم کو بڑھاوا دیا گیا؟ مگر پھر بھی حکومت ہند خواب وغفلت کی نیند سو رہی ہے اور حکمران تعصب کی عینک لگا کر اندھے بنے بیٹھے ہیں اور مسلمانوں کے بے دردی اور مشکلات کا مزہ لے رہے ہیں۔ اگر ایک جملے میں کہوں تو مسلمان اور حکومت ہند کی جنگ ہے نہ کہ ہندو مسلم کی لڑائی۔ یہ بھاجپا حکومت اپنی زور اور اپنی طاقت کے دم پر مسلمانوں کو پریشان کر رہی ہے اور محب وطن مسلمانوں کو ملک سے باہر نکال پھینکنے کی سازشیں رچ رہی ہے وہ قابل مذمت ہے۔

اگر ایک باشعور اور عقلمند شخص اس رپورٹ اور گراف کا تحقیقی مطالعہ اور تجزیاتی جائزہ لیتا ہے تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ 2014 سے لے کر 2024 تک بے شمار ایسے تقاریر اور بیانات دیکھنے اور سننے کو ملا جس میں نفرت کے بازار کو گرم کیا گیا ہے اور لوگوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ان نفرت انگیز بیانات اور تقاریر کے ذریعے مسلمانوں کے وقار اور عزت کو ٹھیس پہنچانے کی بھی مکمل سعی کی گئی ہے۔ انڈیا ٹوڈے اور انڈیا نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کے مطابق 2014 میں ہندوستان بھر میں 323 مرتبہ نفرت انگیز بھاشن اور بیانات دی گئی ہے، جس کی وجہ سے ہندوستان بھر میں مختلف قسم کے جرائم اور فسادات برپا ہوا اور جس کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا گیا۔ 2014 میں بی جے پی کے رہنماؤں کے کچھ اشتعال انگیز بیانات جو فرقہ وارانہ تقسیم کو بڑھا رہے تھے، درج ذیل ہیں:

اولا: ہوم منسٹر امت شاہ (اپریل 2014، مظفر نگر): امت شاہ نے مظفر نگر میں ایک جلسے کے دوران کہا کہ انتخابات مسلمانوں سے "انتقام" لینے کا موقع ہیں۔ مظفر نگر پہلے ہی فرقہ وارانہ فسادات کا شکار تھا اور اس بیان نے وہاں کی کشیدگی کو مزید بڑھا دیا۔ ثانیا: گریراج سنگھ (اپریل 2014، بہار): گریراج سنگھ نے ایک انتخابی ریلی میں کہا کہ جو لوگ نریندر مودی کے مخالف ہیں، وہ "پاکستان چلے جائیں"۔ یہ بیان ہندوستانی سیاست میں ناپسندیدہ فرقہ واریت کی جانب اشارہ کرتا تھا اور اس پر الیکشن کمیشن نے قانونی کارروائی کا حکم بھی دیا تھا مگر کچھ بھی نہیں ہوا۔ ثالثا: پروین توگڑیا (اپریل 2014، گجرات): پروین توگڑیا نے گجرات میں ہندو اکثریتی علاقوں میں مسلمانوں کو جائیداد خریدنے سے روکنے کی ترغیب دی۔ ان کا یہ بیان مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک کی ترغیب دیتا تھا۔ رابعا: رامداس قدم (اپریل 2014، مہاراشٹر): شیو سینا کے رہنما رامداس قدم نے ایک انتخابی جلسے میں مسلمانوں کے خلاف انتقامی کارروائی کی دھمکی دی اور کہا کہ مودی اقتدار میں آنے کے بعد پاکستان کو چھ مہینے میں تباہ کر دیں گے۔ ان تمام باتوں کی مدلل دلیل (The Wire, Deutsche Welle) نے اپنے سائٹ پر اپلوڈ کیا ہے اگر آپ کو یقین نہ ہو سائٹ پر جا کر پڑھ لیں۔

رپورٹ کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ 2015 میں 378 مرتبہ نفرتی بیانات اور تقاریر کی گئی ہے اور اس تقاریر اور بیانات کے ذریعے ہندوستان کا ماحول خراب کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو کہ ناقابل بیان اور قابل مذمت ہیں۔ 2015 میں بھی بی جے پی کے کچھ رہنماؤں کے اشتعال انگیز بیانات آپ کے سامنے ہیں، جنہوں نے فرقہ وارانہ تقسیم کو مزید بڑھایا۔ اولا: یوگی آدتیہ ناتھ (اپریل 2015، دہلی): یوگی آدتیہ ناتھ نے دہلی میں ایک جلسے کے دوران کہا کہ "اگر مسلمانوں کو تحفظ چاہیے تو انہیں پاکستان جانا چاہیے"۔ ان کا یہ بیان مسلمانوں کے خلاف نفرت بڑھانے والا تھا اور اس نے فرقہ وارانہ کشیدگی کو ہوا دی۔ ثانیا: ساکشی مہاراج (جنوری 2015، اتر پردیش): ساکشی مہاراج نے ایک بیان میں کہا کہ "ہندوؤں کو چار بچے پیدا کرنے چاہئیں تاکہ مسلمان زیادہ نہ ہوں"۔ یہ بیان مسلمانوں کے خلاف امتیاز کو بڑھانے والا تھا اور اس سے ملک میں مذہبی تفریق کو بڑھاوا ملا۔ ثالثا: دیویندر فڈنویس (جون 2015، مہاراشٹر): مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ دیویندر فڈنویس نے ایک تقریب میں کہا کہ "مسلمانوں کے لیے علیحدہ قوانین نہیں ہو سکتے"۔ اس بیان سے مسلمانوں کے حقوق اور مساوات کے حوالے سے سوالات اٹھے اور اس نے مسلمانوں کو مایوس کیا۔ رابعا: سبرامنیم سوامی (جنوری 2015، دہلی): سبرامنیم سوامی نے ایک بیان میں کہا کہ "پاکستان کے خلاف جنگ لڑنے والے مسلمان دشمن ہیں اور انہیں بھارت میں نہیں رہنا چاہیے"۔ یہ بیان ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو نقصان پہنچانے والا تھا۔ یہ تمام باتوں کا تذکرہ The Wire and Indian National Congress کی سائٹ پر موجود ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو مطالعہ ضرور کرے۔

2016 میں 447 مرتبہ نفرتی اور بھڑکاؤ بیانات اور تقاریر کی گئی ہے اور ملک کی جمہوریت کا جنازہ نکالا گیا ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کے خلاف مختلف قسم کے پروپگنڈے بنائے گئے اور انہیں زیر کرنے کی بے انتہا کوشش کی گئی۔ 2017 میں 934 مرتبہ نفرت انگیز اور تعصبانہ بیانات اور تقاریر کی گئی جس سے ملک بھر میں طرح طرح کے احتجاج اور فسادات ہوئے اور ان سب میں سب سے زیادہ اگر کسی کا نقصان ہوا ہے تو وہ اس ملک کے ہندی مسلمانوں کا نقصان ہوا ہے۔ پتا نہیں کیوں ایسا معلوم ہوتا ہے یہ بھاجپائی سرکار یعنی یہ حکومت ہند ہم مسلمانوں کو اس ہندوستان کا اصل شہری نہیں مانتی ہے اور ہمیں اس ملک سے نکال باہر پھینکنے کی مکمل کوشش کر رہی ہے گویا یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم نے اس ہندوستان کو ان ظالم اور وحشی سفید چمڑی انگریزوں سے آزادی نہیں کرایا ہے؟۔ 2016 اور 2017 میں بھی بی جے پی کے بعض رہنماؤں کے اشتعال انگیز بیانات آپ کے سامنے ہیں، جنہوں نے فرقہ وارانہ کشیدگی کو بڑھا۔ سب سے پہلے 2016 میں ہوئے کچھ نفرت انگیز تقاریر اور بیانات کا ہم جائزہ لیتے ہیں
:

اولا: یوگی آدتیہ ناتھ (مارچ 2016، گورکھپور): یوگی آدتیہ ناتھ نے گورکھپور میں ایک جلسے کے دوران کہا کہ "ہمیں 2017 کے انتخابات میں مسلمانوں کو سبق سکھانا ہوگا"۔ ان کا یہ بیان مسلمانوں کے خلاف نفرت کو بڑھاوا دینے والا تھا اور اس سے گورکھپور میں فرقہ وارانہ کشیدگی میں اضافہ ہوا۔ ثانیا: ساکشی مہاراج (جون 2016، اتر پردیش): ساکشی مہاراج نے ایک اور بیان میں کہا کہ "ہندوؤں کو زیادہ بچے پیدا کرنے چاہیے تاکہ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکا جا سکے"۔ اس بیان سے نہ صرف مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک کی حوصلہ افزائی ہوئی، بلکہ اس نے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو نقصان پہنچایا۔ ثالثا: سبرامنیم سوامی (فروری 2016، دہلی): سبرامنیم سوامی نے کہا کہ "ہندوؤں کو اپنی تاریخ اور مذہب پر فخر ہونا چاہیے لیکن مسلمان اپنے مذہب سے چپکتے ہیں"۔ ان کا یہ بیان مسلمانوں کی ثقافت اور تاریخ کو ناپسندیدہ اور کمتر ثابت کرنے کی کوشش تھی۔ یہ The Wire and Indian National Congress کی سائٹ پر موجود ہے۔ اگر کسی کم ظرف اور ناعقل کو یقین نہ آئے تو سائٹ پر جائے اور سرچ کر کے مطالعہ کر لے۔

اس کے بعد 2017 میں ہوئے نفرتی بیانات اور تقاریر کو دیکھتے ہیں: اولا: یوگی آدتیہ ناتھ (مارچ 2017، اتر پردیش): یوگی آدتیہ ناتھ نے ایک بار پھر اپنے متنازعہ بیانات میں کہا کہ "اگر مسلمانوں کو بھارت میں رہنا ہے تو انہیں ہمارے مذہب کی عزت کرنی ہوگی"۔ اس بیان میں مسلمانوں کو بھارت میں رہنے کے لئے ہندو مذہب کی عزت کرنے کی دھمکی دی گئی، جس سے فرقہ وارانہ کشیدگی بڑھی۔ ثانیا: ساکشی مہاراج (جنوری 2017، اتر پردیش): ساکشی مہاراج نے کہا کہ "اگر ہندوؤں کو اپنی تعداد بڑھانی ہے تو انہیں چار بچے پیدا کرنے چاہئیں تاکہ وہ ملک میں مسلمانوں کے اثر و رسوخ کو محدود کر سکیں"۔ ان کا یہ بیان بھارت میں مسلمانوں کے خلاف امتیاز کو بڑھاوا دینے والا تھا۔ ثالثا: راجناتھ سنگھ (اپریل 2017، دہلی): بھارت کے وزیر داخلہ راجناتھ سنگھ نے ایک بیان میں کہا کہ "دشمنوں کے خلاف طاقت کا استعمال ضروری ہے، خاص طور پر جب وہ مسلمانوں کی شکل میں ہمارے درمیان آ کر ہمارے ملک کی دشمنی کرتے ہیں"۔ یہ ساری باتیں The Wire and Indian National Congress کی سائٹ پر موجود ہے۔ ہو سکتا ہے کسی کو یقین نہ آئے تو سرچ کرے دیکھ اور پڑھ لے۔ ان بیانات نے 2016 اور 2017 میں بھارتی سیاست میں فرقہ وارانہ تقسیم کو مزید ہوا دی اور مسلمانوں کے خلاف ناپسندیدہ نظریات کو فروغ دیا۔

اگر حقیقی معنوں میں ایک سلیم الطبع، ذی ہوش اور بالغ نظر انسان اس گراف اور رپورٹ کو درنگی کے ساتھ پڑھتا ہے اور جائزہ لیتا ہے تو یہ بات اس قدر واضح ہو جاتی ہے کہ 2014 سے لے کر 2017 تک مکمل 2082 مرتبہ نفرتی اور بھڑکاؤ بیانات دیے گئے ہیں جو اس رپورٹ میں صاف صاف نظر آ رہا ہے۔ میں یہاں کسی شخص یا کسی قوم کا نام ذکر نہیں کر رہا ہوں تاکہ بعد میں کوئی دنگا یا فساد برپا نہ ہو اور نہ ہی ملک کا نام خراب ہو۔ آگے بڑھتے ہیں اور گراف کو سمجھتے ہیں تو انسانی عقل اس چیز کو اقرار کرتی ہے کہ 2017 کے بعد یعنی 2018 میں مکمل ایک 1076 مرتبہ نفرت انگیز اور بھڑکاؤ بیانات اور تقاریر کی گئی ہے، جس سے آئین ہند اور جمہوریت ہند کا جنازہ نکالا گیا۔

اس کے بعد 2019 میں جہاں ایک طرف 1055 مرتبہ نفرتی تقاریر اور تعصبانہ ماحول پیدا کرتے ہوئے بھڑکاؤ بیانات دیے گئے ہیں جس سے ملک میں افراتفری کا ماحول دیکھنے کو ملا اور ساتھ ہی ساتھ جرائم کو پھلنے اور پھولنے کا موقع ملا تو وہیں دوسری طرف 2020 میں سب سے زیادہ یعنی 1804 مرتبہ ہندوستان بھر میں یعنی ہندوستان کے مختلف علاقوں میں نفرتی تقاریر اور بیانات دیے گئے اور ہندوستان میں الگ الگ طریقے سے جرائم کو بڑھاوا دینے کی کوشش کی گئی ساتھ ہی ہندوستان کی خوشگوار فضا کو آلودہ کرنے کی بھی مکمل کوشش کی گئی۔

2018، 2019 اور 2020 میں بھی بی جے پی کے کچھ رہنماؤں کے متنازعہ اور اشتعال انگیز بیانات آپ کے سامنے ہے، جنہوں نے فرقہ وارانہ کشیدگی کو بڑھایا۔ سب سے پہلے 2018 کا جائزہ لیتے ہیں: اولا: یوگی آدتیہ ناتھ (اکتوبر 2018، اتر پردیش): یوگی آدتیہ ناتھ نے ایک انتخابی جلسے میں کہا کہ "اگر آپ کا نام محمد ہے تو کیا آپ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں؟" اس بیان کا مقصد مسلمانوں کو ہدف بنانا تھا اور اس سے فرقہ وارانہ منافرت میں اضافہ ہوا۔ ثانیا: ساکشی مہاراج (جون 2018، اتر پردیش): ساکشی مہاراج نے کہا کہ "مسلمانوں کے بچے جتنا تعداد میں بڑھ رہے ہیں، ہندوؤں کو اپنی آبادی کو بڑھانے کے لیے زیادہ بچے پیدا کرنے چاہیے"۔ ان کا یہ بیان بھارت میں فرقہ وارانہ تقسیم کو مزید بڑھاوا دینے والا تھا۔ ثالثا: راجناتھ سنگھ (اپریل 2018، دہلی): وزیر داخلہ راجناتھ سنگھ نے ایک بیان میں کہا کہ "ہندوستان میں اگر مسلمان پاکستانی بننا چاہتے ہیں تو انہیں پاکستان جانا ہوگا"۔ اس بیان نے نہ صرف پاکستان کے ساتھ تعلقات میں تناؤ پیدا کیا، بلکہ بھارت میں مسلمانوں کو غیر ملکی سمجھا جانے کے تاثر کو تقویت دی۔ یہ تمام باتیں The Wire and Indian National Congress کی سائٹ پر موجود ہے۔ لیکن پھر سمجھ میں نہ آئے تو خود بنفس اس کو پڑھ لے۔

اس کے بعد 2019 میں رونما ہونے والے کچھ اہم نفرتی بیانات اور تقاریر کا جائزہ لیتے ہیں: اولا: انوپریا پٹیل (مئی 2019، اتر پردیش): انوپریا پٹیل نے کہا کہ "مسلمانوں کو بھارت میں رہنا ہے تو انہیں ہندو ثقافت کی عزت کرنی ہوگی"۔ ان کا یہ بیان مسلمانوں کو بھارتی معاشرتی نظام میں کمتر سمجھنے کی کوشش کرتا تھا۔ ثانیا: یوگی آدتیہ ناتھ (فروری 2019، گورکھپور): یوگی آدتیہ ناتھ نے کہا کہ "مسلمانوں کا مذہب ایک خطرہ ہے اور اگر وہ بھارت میں رہنا چاہتے ہیں تو انہیں بھارت کی ثقافت اور شناخت کے مطابق زندگی گزارنی ہوگی"۔ اس بیان نے مسلمانوں کے خلاف خوف اور شک کو بڑھاوا دیا۔ ثالثا: ساکشی مہاراج (مارچ 2019، اتر پردیش): ساکشی مہاراج نے ایک بار پھر کہا کہ "ہندوؤں کو زیادہ بچے پیدا کرنے چاہیے تاکہ وہ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روک سکیں"۔ اس بیان نے بھارت میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو مزید بڑھایا۔ تمام باتیں The Wire and Indian National Congress کی سائٹ پر موجود ہے۔ لیکن پھر سمجھ میں نہ آئے تو خود بنفس اس کا مطالعہ اچھی طرح کرے۔

اس کے بعد 2020 میں رونما ہونے والے کچھ اہم نفرتی بیانات کا جائزہ لیتے ہیں۔ اولا رامداس آٹھاوے (جنوری 2020، مہاراشٹر): مہاراشٹر کے وزیر رامداس آٹھاوے نے کہا کہ "مسلمانوں کو اپنے مذہب کا احترام کرنا چاہیے اور اگر وہ بھارت میں رہنا چاہتے ہیں تو انہیں ہندو ثقافت کو اپنانا ہوگا"۔ ان کا یہ بیان مسلمانوں کو بھارت کی ثقافت سے الگ تھلگ کرنے کی کوشش تھی جو کہ ناکامیاب ہو کر رہ گئی۔ ثانیا: یوگی آدتیہ ناتھ (فروری 2020، اتر پردیش): یوگی آدتیہ ناتھ نے ایک ریلی میں کہا کہ "ہندوستان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو پاکستان اور بنگلہ دیش کے ساتھ رابطے میں ہیں اور انہیں بے نقاب کرنے کی ضرورت ہے"۔ اس بیان نے مسلمانوں کو مشکوک اور غیر ملکی ثابت کرنے کی کوشش کی، جس سے فرقہ وارانہ تناؤ میں اضافہ ہوا۔ ثالثا: ساکشی مہاراج (جنوری 2020، اتر پردیش): ساکشی مہاراج نے کہا کہ "اگر ہندوؤں کو پاکستان کے حوالے سے بات کرنا ہے تو انہیں اپنے ملک میں مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے مذہب کی طاقت کو بڑھانا ہوگا"۔ اس بیان نے فرقہ وارانہ منافرت اور اسلاموفوبیا کو بڑھاوا دیا۔ تمام باتیں The Wire and Indian National Congress کی سائٹ پر موجود ہے۔ ساتھ ہی یہ بیانات 2018، 2019 اور 2020 میں بی جے پی کے رہنماؤں کی جانب سے فرقہ وارانہ نفرت اور تقسیم کو بڑھانے والی تھی۔ ان بیانات نے نہ صرف مسلمانوں کو نشانہ بنایا، بلکہ ملک میں مذہبی ہم آہنگی کو بھی نقصان پہنچایا۔

انڈیا ٹوڈے، نیوز لانڈری، انسٹیٹیوٹ فور پیچی اینڈ پالیسی اور انڈیا نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کی جانب سے تیار شدہ اس گراف اور رپورٹ کو سمجھنے کے بعد یہی خیال میں آتا ہے کہ جو حکومت 2014 سے لے کر اب تک حکومت کر رہی ہے وہ حکومت حقیقی معنوں میں اور حقیقت میں حکومت کرنے کے لائق ہی نہیں ہے کیونکہ سرکار اور حکومت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دار الحکومت اور اپنے ملک میں رہنے والے تمام تر پرجا اور شہریوں کی حفاظت کرے، ان کے ضروریات کا بھرپور خیال رکھے اور اس ملک کا ہر شہری خود کو محفوظ محسوس کرے۔ مگر اس ملک ہندوستان کے شہری تو آئے دن مختلف مشکلوں میں گھرے ہوئے نظر آتے ہیں، انہیں طرح طرح سے پریشان کیا اور ستایا جاتا ہے۔ حق اور سچ تو یہ ہے کہ آرٹیکل نمبر 25 کے مطابق تمام شہریوں کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا مکمل حق حاصل ہے مگر ان 10 سالوں کا جائزہ لیا جائے اور دس سالوں کو پرکھا جائے تو ہماری آنکھوں نے جو دیکھا اور ہماری کانوں جو سنا اور ہمارے دلوں نے جو محسوس کیا اور یقیناً ناقابل بیان اور قابل مذمت ہے جو کہ ہرگز ہرگز نہیں ہونا چاہیے تھا۔

اس رپورٹ کا اور جائزہ لیا جائے تو 2014 سے لے کر 2020 تک ملک بھر میں مختلف مقامات پر نفرت انگیز بیانات اور تقاریر کی گئی جس سے مختلف علاقوں میں طرح طرح کے احتجاج جرائم اور فسادات ابھرتے، بھڑکتے اور سلگتے دیکھا گیا۔ چاہے وہ منی پور کا وحشیانہ معاملہ اور مسئلہ ہو یا تو اتر پردیش میں ہو رہے قتل وغارت اور ظلم و زیادتی کا معاملہ یا مسئلہ ہو، چاہے بہار جھارکھنڈ میں ہو رہے ناانصافیوں کا مسئلہ ہو یا پھر گجرات کا مسئلہ ہو، چاہے کشمیر کا مسئلہ ہو تمام مسئلوں میں حکومت ہند یعنی بھاجپا کے نیتاؤں اور لوگوں نے کھلے عام نفرتی بیانات اور تقاری کی اور اقلیتی طبقے کے لوگوں یعنی مسلمانوں کو طرح طرح سے پریشان کیا اور آج بھی 2024 نومبر کے مہینے میں ان مسلمانوں کو پریشان کیا جا رہا ہے اور آئندہ آنے والے ایام میں بھی مسلمانوں کو پریشان کیا جائے گا۔ صاحب یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اور کس قانون میں ایسا لکھا ہوا ہے کہ اقلیت طبقے کے لوگوں کو پریشان کیا جائے، انہیں ستایا جائے، ان کے اوپر ظلم وبربریت کا بازار گرم کیا جائے اور انہیں ملک سے باہر نکال پھینکنے کی کے لیے پروپگنڈے بنائے جائیں؟ کہاں لکھا ہوا ہے صاحب اور یہ کہاں کا انصاف ہے؟۔

تازہ ترین مثال سنبھل جامع مسجد کا مسئلہ ہے کہ کس طرح اس بھاجپا کے حکمرانوں کے تحت رہنے والے تعصب کی عینک لگانے والوں نے مسلمانوں کی تعمیر شدہ قدیم تاریخی مسجد کو نذر آتش کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ پانچ مسلمانوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جو نہایت ہی بیہودہ اور قابل مذمت حرکت ہے۔ سب سے تعجب اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جنہیں ملک کا محافظ یعنی پولیس فوس کہا جاتا ہے وہی لوگ وہی پولیس فوس مسلمانوں کا کھلے عام انکاؤنٹر کر رہی ہے اور یہ جو کچھ ہو رہا ہے بھاجپا یعنی یوگی ادتیات کی حکومت میں یو پی کی سرزمین پر کھلے عام انجام دیا جا رہا ہے۔ درحقیقت یو پی کے وزیر اعلیٰ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو جڑ سے ختم کر دیا جائے، ان کے وجود کو مٹا دیا جائے اور انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے لیکن انہیں پتہ نہیں کہ یہ ایک ایسی قوم ہے، جس قوم کو جتنا مارا جائے، جس قوم کے لوگوں پر جتنی قتل وغارت کی جائے مگر یہ قوم کبھی نہ ختم ہوئی تھی نہ کبھی ختم ہوگی اور ہاں آپ یاد رکھو اللہ کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں۔

اخیر میں، میں حکومت ہند سے بس اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ مذہب کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ اپنے مذہب کے فروغ کے لیے اور اپنے مذہب کی نشر واشاعت کے لیے دوسرے تمام مذاہب کو ختم کر دیا جائے اور ان کے تقدس کو پامال کیا جائے یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔ مذہب کے فروغ اور نشر واشاعت کا حقیقی اور درست مطلب یہ ہے کہ اس مذہب پر سختی کے ساتھ عمل کیا جائے، اس کے قوانین کو عملی جمع پہنایا جائے اور دوسرے تمام تر مذاہب کو عزت بھری نگاہ سے دیکھا جائے اور ان کے ماننے والوں کو عزت دی جائے نہ کہ ان کے ذاتی معاملات میں مداخلت کر کے ان کے ذاتی حقوق کو ان سے چھینا جائے یہ ہرگز مذہب کا مطلب نہیں ہے۔ اور مذہب کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے مذہب کو اس قدر اور اس حیثیت سے فالو کرو کہ دوسرا کوئی شخص اگر آپ کو دیکھتا ہے تو آپ جیسا بننے کی کوشش کرے اور یہ مثال دے کہ یار اس مذہب کے لوگ اس قدر اپنے مذہب سے محبت کرتے ہیں لیکن جو ہو رہا ہے وہ مکمل طور پر غلط بیانی اور غلط افعال پر مبنی ہے جو کہ آئین ہند اور جمہوریت ہند کے تمام تر قوانین کے بالکل منافی اور خلاف ہے۔ امید کرتا ہوں کہ حکومت ہند اور اس ملک میں رہنے والے تمام تر باشندگان اس ملک کی ترقی کے لیے فلاح وبہبودی کے لیے اور آئندہ انے والے ایام میں ہمارے ملک کی عظمت کو اور بڑھانے کے لیے کام کریں گے اور تمام تر فسادات، جرائم اور اس طرح کے برے افعال سے گریز کریں گے اور امن وآشتی اور بھائی چارگی کا درس بانٹتے بانٹتے زندگی گزاریں گے۔

9037099731